جماعت احمدیہ کے سوسال پورے ہونے پر جماعت کو بعض تیاریوں کی تلقین

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ رفروری ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے فرمایا:۔

گزشتہ خطبہ میں میں نے احباب جماعت کو ان بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی تھی جو صد سالہ جوبلی کے قریب تر آنے کے نتیجے میں ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ جلسہ سالانہ جو قادیان اور پھر ربوہ میں منایا جاتا رہا اس کی تیاریاں تو قریبا ایک مہینہ دو مہینے پہلے منظر عام پر ابھر آیا کرتی تھیں اور جو مخفی تیاریاں ہیں بنیادی وہ تو شروع سال سے ہی چلا کرتی تھیں تو اگر سالانہ جلسے کے لئے اتنی ذمہ داریاں ہیں جنہیں ادا کرنا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے لئے جلسے کی تیاریاں ختم ہی نہیں ہوتیں۔ افسر جلسہ اور ان کے بعض مستقل ساتھی وہ جلسہ ختم ہوتے ہی پھر یہ جائزے لیا کرتے تھے کہ کیا کمزوریاں رہ گئیں پچھلے جلسہ میں اور کیا ایسی مشکلات تھیں جن کا ازالہ آئندہ ہمیں لازماً کرنا ہوگا اور اس کے ساتھ ہی پھر چیزوں کی خرید وفروخت، آئندہ روٹی پکانے کی مشینوں کی تیاری، انتظامی ڈھانچہ تجویز کرنا اور ان کی ذمہ داریاں ان کو تقسیم کرنا، بہت سے ایسے کام تھے جو مسلسل جاری رہتے تھے۔ بیرکس کی تعمیر ہے، نئی جگہیں چاہئیں ہر سال جماعت بڑھتی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے وسعت پذیر ہے جلسے کا کام۔ تو سوسالہ جشن کی تیاری کے لئے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنی زیادہ محنت اور توجہ اور انہماک کی ضرورت ہے اور جو تیاریاں مخفی چل رہیں ہیں وہ تو میں نے بیان کیا تھا کہ بہت لمبے

عرصے سے جاری ہیں لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ یہ منظر عام پر اُبھرنے والی تیاریاں بھی شروع ہو جائیں اور اس میں ساری جماعت کو حصہ لینا ہوگا۔

تمام ملکوں میں اس وقت سو سالہ جشن منانے والی منصوبے کی کمیٹیاں قائم کی جا چکی ہیں اور ان ملکوں میں سے پھر کچھ گروہ بنا کر تین تین، چار چار پانچ پانچ ملکوں کے ایسے گروہ بنا دیئے گئے ہیں جن میں علاقائی کمیٹیاں قائم کر دی گئیں ہیں۔ پھر علاقائی سطح کے علاوہ مشرق اور مغرب کی تقسیم کے لحاظ سے، Continents کی تقسیم کے لحاظ سے مختلف اس سے بالا کمیٹیاں بھی قائم ہیں اور دو مرکزی کمیٹیاں ہیں، ایک جو شروع سے ہی ربوہ میں کام کر رہی ہے اور ابھی بھی جاری ہے اور ایک جو بیرونِ ربوہ کے ممالک میں خصوصی ہدایات دینے اور ان کے کاموں کو مرتب کرنے اور ایک دوسرے سے باہم رابطہ پیدا کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے، وہ بھی گزشتہ سال سے بڑے انہماک سے کام کر رہی ہے۔ تو اب ضرورت یہ ہے کہ احباب جماعت اپنی اپنی صلاحیتیں اور اپنی قابلیتیں اپنے اپنے امراء کی وساطت سے ان کمیٹیوں کو پیش کریں کیونکہ ہر علم کے ہر شعبۂ زندگی کے ماہرین کی شدید ضرورت ہے۔ مردوں کی بھی ضرورت ہے خواتین کی بھی، بوڑھوں کی بھی، بچوں تک کی بھی ضرورت ہے کہ وہ اپنے اپنے رنگ میں اپنے اپنے دائرہ کار میں اس صد سالہ جشن کو کامیاب بنانے کے لئے کیا محنت کریں گے کیا خدمات سرانجام دیں گے اس کی وہ وضاحت کریں گے تو کمیٹیوں کی بھی رہنمائی ہوگی۔

منصوبے کے متعلق ایک تو مرکزی منصوبہ ہے جو ساری دنیا کی رہنمائی کے لئے مکمل ہو چکا ہے کئی حصے اس کے تنفیذ کے عمل میں ہیں یعنی ان پر عمل درآمد ہو رہا ہے یا کچھ حصہ پر ہو چکا ہے۔ کچھ علاقائی کمیٹیاں اس وقت ان منصوبوں کی روشنی میں خود غور کر رہی ہیں لیکن ہر ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اپنا مقامی منصوبہ بھی بنانا چاہئے اور اس کے لئے یہ انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ مرکز کی طرف سے کب ہدایات آتی ہیں کب ان کی طرف سے بنا بنایا منصوبہ ملتا ہے کیونکہ ہر ملک کی اپنی ضروریات ہیں، ہر ملک کی اپنے مسائل ہیں، ہر ملک کی جماعت کی قوت مختلف ہے، ہر ملک میں جماعت کے تعلقات حکومت والوں سے مختلف ہیں۔ مخالفتوں کا مقام بھی مختلف ہے درجہ بدرجہ کہیں زیادہ مخالفت کہیں کم۔ ہر ملک میں انسانی آزادی کا معیار مختلف ہے۔ غرضیکہ اتنے اختلاف کی باتیں موجود ہیں کہ ایک مرکزی منصوبہ ہر ملک میں سو فیصدی چسپاں ہو ہی نہیں سکتا۔ شکلیں الگ الگ ہوں تو ہر

دوسرے کی مختلف شکل کی چیز کا بسا اوقات ایک دوسری شکل کی چیز میں فِٹ بیٹھنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے اور پھر یہ کہ جو منصوبہ بنیاد سے اُٹھے وہ بہت زیادہ حقیقی ہوتا ہے جو باہر سے آتا ہے اس میں کچھ نظریاتی باتیں کچھ غیر حقیقی سوچیں شامل ہو جاتی ہے۔اس لئے میں نے مرکزی کمیٹی کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ بنیاد سے منصوبے اُٹھوا کر اپنی طرف ان کو حرکت دیں اور منگوانے شروع کریں اور ان کی روشنی میں کچھ ان کو عمومی عالمی منصوبوں میں بھی بہتر نقوش کا اضافہ کرنے کی توفیق ملے گی اور جو عالمی منصوبہ مقامات تک پہنچے گا، ملکوں تک پہنچے گا اس کی روشنی میں وہ اپنی خامیاں دور کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔اس لئے اب تمام ملک اپنے اپنے ہاں فوری طور پر اپنی طاقتوں اور ملکی حالات جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، ان کا اندازہ لگا کر یہ سوچنا شروع کریں کہ وہ کس طرح یہ جشن منائیں گے اور اس کے خدوخال کو معین کر کے امیر کی وساطت سے اپنی علاقائی کمیٹی کو بھجوائیں اور علاقائی کمیٹیاں اس کو نظر ثانی کرنے کے بعد پھر وہ مرکزی کمیٹیوں کی طرف بھجوائیں۔

اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے کام ہیں جو فوری طور پر جاری ہونے والے ہیں مثلاً تمام دنیا میں اس جشن کے لئے بعض نئی تعمیرات کی ضرورت پیش آئے گی۔اس کے متعلق ہمیں کیا کیا ضرورتیں ہیں یہ تقریباً طے کر لی گئیں ہیں اور نقشہ بنانے کے لئے بعض آرکیٹیکٹ سے کہا گیا ہے کہ ان عمومی ضروریات کو مدّ نظر رکھ کر نقشہ بنائیں۔ضروری نہیں کہ ہر ملک میں ایک ہی معیار کی عمارت ہو مگر نقشہ کم و بیش وہی ہو گا کیونکہ بعض نمائشوں کے لئے، بعض کتابوں کو سجانے کے لئے بعض دوسرے کاموں کے لئے خاص قسم کے کمروں کی ،خاص شکل کے کمروں کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ عمومی نقشہ بھی تمام دنیا میں عنقریب بھجوا دیا جائے گا جہاں تک ممکن ہو مقامی ذرائع سے ان عمارتوں کو بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اور وقارِ عمل کا اس میں بہت دخل ہونا چاہئے اور ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ جماعت کا ہر طبقہ اس وقارِ عمل میں کسی نہ کسی طرح شامل ہو جائے اور بوڑھے بھی ، بچے بھی عورتیں، مرد سب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے توفیق ملے کہ اس مرکزی نمائندہ عمارت میں ہم نے اپنی محنت کا بھی کچھ حصہ ڈال دیا ہے۔ جہاں تک ضروریات کی مقامی توفیق کا تعلق ہے ہر ملک اپنی توفیق کو دیکھ کر عمارت کا معیار بنائے اگر کہیں شاندار عمارت نہیں بنائی جا سکتی تو بانسوں کی تعمیر بھی ہو سکتی ہے۔گھاس پھوس کے ساتھ اس کی خلاؤں کو بند کیا جا سکتا ہے، مٹی کی چھتیں بنائی جا سکتی ہیں ان کو لیپا پوتا جا سکتا ہے۔

تو یہ تصور نہ باندھ لیں کہ یہ عمارت کوئی غیر معمولی قیمتی عمارت ہو، عمارت ضرورت کو پورا کرنے والی ہونی چاہئے اور توفیق کے مطابق ہونی چاہئے اس کے بعد اس کو جس حد تک بھی ممکن ہو اگر انسان کا ذہن حسین تخیل رکھتا ہو تو غربت میں بھی وہ حسن پیدا کر لیتا ہے۔ بہت سے ممالک ہیں ایک ہی معیار کے ہیں اقتصادی لحاظ سے مگر بعض ممالک کے لوگ حسین تخیل رکھتے ہیں وہ انہیں ذرائع سے ایک خوبصورت چیز پیش کرتے ہیں اور بعض ممالک ان سے بڑھ کر ذرائع رکھنے کے باوجود نہایت بھدّے منظر کی عمارتیں بناتے ہیں، نہایت ان کا رہن سہن بھدّا ہے اور ان میں ایسا تخیل ہی نہیں کہ جو ان کے عمل کو خوبصورت کر کے دکھائے۔

تو جماعت احمدیہ کا تخیل بھی حسین ہونا چاہئے غربت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غربت کے نتیجے میں بدزیبی پیدا ہو بھدی چیز بنائی جائے۔ اس لئے ان دونوں شرطوں کو ملحوظ رکھ کے عمارتیں بننی چاہئیں کہ غربت میں حسن پیدا کریں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بعض جو نئے محاورے ایجاد کئے ان میں ایک یہ بھی بڑا خوبصورت محاورہ تھا کہ ربوہ کو ایک غریب دلہن کی طرح سجاؤ۔ دلہن تو بہر حال سجتی ہے چاہے غریب ہو چاہے امیر ہو اس لئے سجاوٹ آپ نے بہر حال کرنی ہے۔ مگر غریب ہیں تو غریب دلہن کی طرح سجیں اور امیر ہیں تو امیر دلہن کی طرح سجیں اور سجائیں۔

دوسرا ایک پہلو جیسا کہ میں نے بیان کیا اس میں مختلف طاقتوں کی ضرورت ہے مختلف صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور دوستوں کو اپنے کوائف مکمل طور پر جو شوق رکھتے ہیں کہ ان کو بھر پور حصہ ملنے کا موقع ملے ان کو چاہئے کہ اپنے کوائف مکمل اس طرح بھجیں جس طرح نوکریوں کے لئے بھیجا کرتے ہیں اور کمیٹیوں کے سپرد یا امیر کے سپرد کریں کہ یہ یہ ہم کر سکتے ہیں اور اس طرف ہمارا ذہن کا بھی رجحان ہے اور اس قسم کا وقت ہم آسانی سے دے سکیں گے اور کتنا زیادہ سے زیادہ دے سکیں گے اس کی بھی تعیین کی جائے یعنی کس قسم کے وقت سے مراد یہ ہے کہ رات کا وقت، صبح کا وقت، دن کا وقت، ہمہ وقت جس نوعیت کی بھی کسی کو توفیق ہو وہ واضح کرے اور پھر مدت معین کر دے۔ تو اس طرح ہمارے پاس مجموعی طور پر کام کرنے والے جتنے ہاتھ اور جتنے گھنٹے اور جتنے دماغ اور جتنی صلاحیتیں ہوں گی وہ یکجائی شکل میں جب کمیٹی کو نظر آئیں گی تو ان کا منصوبہ حقیقی بنے گا پھر اور ان صلاحیتوں کے نتیجے میں ان کے ذہن اور ان کی سوچ میں بھی ایک چمک پیدا ہو گی بعض چیزوں کی

طرف خیال ہی نہیں جائے گا جب ایک لکھنے والا بتائے گا کہ مجھ میں خدا کے فضل سے یہ صلاحیتیں موجود ہیں تو اچانک اس کے منتظموں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ اچھا یہ بھی ایک چیز تھی اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے ۔ تو Grass Roots جس کو کہتے ہیں یعنی وہ گھاس کی جڑیں وہاں سے منصوبہ اٹھے تو عظیم الشان منصوبہ ہوتا ہے وہ سر کی طرف حرکت کرتا ہے اور پھر سر سے صیقل ہو کر اور مزید نقش ونگار کی درستی کے بعد واپس پہنچتا ہے اور پھر ہر ہر جگہ جہاں جہاں اس منصوبے کو عمل میں لانا ہے وہاں کے اعضاء اس میں کام شروع کر دیتے ہیں۔

جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے میں نے یہ کہا تھا کہ ہر احمدی کو کم سے کم اب دو سال کے لئے دو احمدی تو پیش کرنے چاہئیں۔ گزشتہ محرومیوں کا اب ماضی میں جا کہ تو ازالہ نہیں ہوسکتا لیکن مستقبل کی طرف بڑھتے بڑھتے تو ازالہ ہوسکتا ہے بہت حد تک ۔ تو دو کو تو آپ کم سے کم معیار سمجھیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح پہلے ہم مالی تحریکوں میں چندآنوں سے شروع کر کے پھر بڑھاتے رہے یعنی خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق اور کیا وہ وقت تھا کہ دو دو پیسے کا ریکارڈ بھی کتابوں میں چھپ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ہاتھوں سے کہ یہ دو پیسے چندہ دیا ہے کسی نے ۔ یہ درست ہے کہ وہ دو پیسے کروڑوں سے بڑھ کر مقدس تھے کروڑوں سے بڑھ کر خدا کے ہاں زیادہ مقبولیت پا گئے کیونکہ وقت کے امام کی نظر میں آگئے اور اللہ کی تقدیر نے ان سے لکھوا دیا کہ فلاں شخص نے یہ اتنے پیسے دیئے ہیں۔ لیکن اس کے بعد خدا کا فضل ایک دوسرے رنگ میں بھی نازل ہوا۔ دو پیسے، دو پیسے نہیں رہے بلکہ اسی اخلاص کے معیار کے لوگوں کو خدا نے مالی وسعتیں عطا کیں اور عملاً یہی بات ہے جو ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے کہ یہ وہی دو پیسے ہیں جو بڑھ رہے ہیں، یہ وہی چار آنے ہیں جو بڑھ رہے ہیں، یہ وہی چند روپے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اخلاص اور محبت سے پیش کئے گئے جو برکت پا رہے ہیں۔ آج ہمارے ہاتھوں سے جب یہ نکلتے ہیں۔ تو ہزاروں لاکھوں بعض دفعہ کروڑوں بن کر نکلتے ہیں تو خدا کے فضل نے پیمانے مختلف کر دیئے مگر سر چشمہ وہی ہے، وہی خلوص اور تقویٰ کا سر چشمہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں اور محنتوں کے نتیجے میں پیدا ہوا۔

پس اسی نہج پر ہمیں اب تبلیغ میں بھی چندوں کا رنگ پیدا کر دینا چاہئے۔ پہلے اتفاق سے

مربیوں اور مبلغوں کے علاوہ جب کبھی کوئی داعی الی اللہ اپنا تبلیغ کا پھل پیش کیا کرتا تھا تو بہت نمایاں دکھائی دیتا تھا۔ تیس تیس چالیس چالیس ایسے دوست شروع میں پیدا ہونے شروع ہوئے جب ہم نے انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ میں محنتیں کیں اس معاملے میں اور بہت تھوڑے نتیجے تھے لیکن اس کے باوجود بہت دکھائی دیتے تھے۔ اب ایک ایسا وقت آیا ہے کہ بعض داعیین الی اللہ کے ذریعے بیسیوں کی تعداد میں ایک ایک آدمی کے ذریعے بیعتیں ہو رہی ہیں نئے گاؤں بن رہے ہیں۔ افریقہ سے جو رپورٹیں ملتی ہیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اب داعیین الی اللہ کی کوششوں کا زیادہ دخل ہو گیا ہے بنسبت براہِ راست مبلغین کی کوششوں کے اور اسی طرح ہونا بھی چاہئے۔

مبلغ کا کام تو بالعموم تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے معاملے میں جماعت کو مستعد کرنا ہے۔ براہِ راست جتنا وقت ملے وہ بے شک تبلیغ کرے لیکن مبلغ تیار کرنا اس کا کام ہے اور اگر وہ یہ سمجھے کہ میں نے اگر اپنے نام ڈالے دس یا بیس آدمی تو میرا وقار بڑھے گا اور اگر میں نے یہ لکھ دیا کہ دوسروں نے بنائے ہیں تو شاید میرا وقار کم ہو اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو بہت ہی بے وقوف انسان ہے۔ مبلغ تو سب اجتماعی کوششوں کے پھل کا ذمہ دار ہے اور اس کا ثواب اس کو ملے گا اور مرکز کی نظر میں بھی وہ مبلغ زیادہ کامیاب ہے جس کے ماتحت عام احباب جماعت زیادہ مستعدی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس کی توفیق کے ساتھ زیادہ کامیاب تبلیغ کر رہے ہیں۔ اس لئے کریڈٹ کا جہاں تک تعلق ہے وہ سارا مبلغ ہی کا یا مبلغوں کا ہی ہے یعنی سارے سے مراد میری یہ ہے کہ اگر ان کو یہ فکر ہو کہ ہمارا کریڈٹ کم ہو جائے گا تو اس فکر کو مٹا دیں دماغ سے۔

آنحضرت ﷺ نے جو قانون ہمیں بتایا ہے اور جو خدا نے آپ کو بتایا وہ تو بالکل دنیا کے قانون سے مختلف ہے۔ دنیا میں تو اگر ایک سے کریڈٹ لے کے دوسرے کو دے دیا جائے تو پہلے کی جھولی خالی ہو جاتی ہے۔ دوسرے سے لے کے تیسرے کو دے دیا جائے تو دوسرے کی جھولی خالی ہو جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو قانون خدا سے علم پا کر جاری فرمایا اور وہی قانون جماعت میں جاری ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی نیک بات کرے اور اس کا نمونہ دیکھ کر یا اس کی بات سن کر کوئی دوسرا بھی ویسا نیک کام کرے تو اس کو بھی اتنی ہی جزا ملے گی، وہ خدا کے نزدیک اسی طرح اس کا کریڈٹ پانے والا ہوگا جس طرح وہ کام کرنے والا ہے اور پھر فرمایا کہ اس کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے

گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ اس دوسرے شخص نے جس نے کسی ایک سے سیکھ کر اچھا کام کیا ہے اس کے ثواب میں پہلے کو حصہ دار بنایا گیا ہے۔ فرمایا ہے اس کو بھی اتنا ملے گا اور جس کی وجہ سے کسی نے توفیق پائی اس کو بھی اتنا ملے گا۔

یہ وہ مضمون ہے جسے ہر احمدی کو ذہن نشین کرنا چاہئے اور کریڈٹ خدا کے ہاں بنتے ہیں دنیا کے کریڈٹ کی ویسے ہی پرواہ کوئی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر تحریک جدید کے کھاتے میں کریڈٹ نہ بھی بن رہا ہو یا انجمن کے کسی شعبے کے کھاتے میں نہ بھی بن رہا ہو تو بالکل اس کی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہئے۔ کریڈٹ ایک ہی ہے جو خدا کے کھاتے میں بنتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی مضمون پر زور دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر الرسل !
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(درثمین صفحہ: ۱۷)

سارا کریڈٹ خود پیش کر رہے ہیں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو کہ آپ نے ہمیں آگے بڑھنا سکھایا تو بڑھے ورنہ ہمیں کہاں سے توفیق ملنی تھی۔ تو جہاں تک داعیین الی اللہ کا تعلق ہے ان کا مزاج یہ ہونا چاہئے۔ ان کا مزاج یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جی ہم نے بنایا ہے۔ اپنے امیر کے سامنے اپنے مبلغ کے سامنے ان کا ادب اور احترام اور انکساری کا یہ انداز ہونا چاہئے کہ جی خدا نے توفیق دی ہے لیکن آپ نے سکھایا تو توفیق ملی، آپ کا نیک نمونہ پکڑا تو توفیق ملی سب کچھ آپ ہی کا ہے۔ اس رنگ میں اگر باہمی تعاون اور محبت کے ساتھ سارے داعیین الی اللہ از سرِ نو کام شروع کر دیں تو ایک بہت بڑے انقلابی دور میں جماعت داخل ہو سکتی ہے اور وہی دور ہے جس کی دیکھنے کی تمنّا لئے ہوئے میں آج آپ کو سامنے یہ بات رکھ رہا ہوں۔

بعض دفعہ اس سے پہلے اب تک ملکوں سے ہزار ہا کی اطلاعیں تو آتی رہی ہیں مگر آج لاکھوں کی بیعتوں کی اطلاع نہیں ملی تو دعا یہ کریں اور کوشش یہ کریں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے ہم معیار کے پیمانے بدل دیں بالکل اور ملک اب ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں جانچے جانے لگیں اور کثرت سے ایسے ملک پیدا ہوں اور نئے شامل ہو جائیں اوّلین کی صف میں جہاں سے یہ اطلاع

مل رہی ہو کہ گزشتہ سال اتنے لاکھ تھی اب اتنے لاکھ ہیں، اب اتنے لاکھ ہیں، اب اتنے لاکھ ہیں۔

تو لاکھوں میں اگر ہزاروں کو بدلنا ہے تو وقت کی کمی کے پیش نظر آپ کو احساس ہونا چاہئے کہ کتنی زیادہ توجہ اور محنت اور افرادی قوت، انفرادی اور اجتماعی قوت کی ضرورت ہے اور دعاؤں کی بڑی شدید ضرورت ہے کیونکہ دعاؤں کے بغیر اس قسم کے انقلاب نہیں پیدا ہوا کرتے۔ جتنا مرضی آپ زور لگائیں، جتنی مرضی آپ کی صلاحیتیں بیدار ہو جائیں۔ جو کام میں آپ کو بتا رہا ہوں یہ آپ کے بس میں ہی نہیں ہے اگر خدا کی طرف سے غیر معمولی توفیق عطا نہ ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں غیر معمولی طور پر، اپنے لئے بھی اپنی جماعت کے لئے بھی اور یہ ارادہ لے کر اٹھیں کہ ہم نے یہ کر کے دکھانا ہے پھر دیکھیں خدا کے فضل سے کتنی عظیم الشان تبدیلیاں پیدا ہوں گی اور دعا کا تو ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ قبولیت دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا تعلق بہت زیادہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنا گہرا ہوتا جاتا ہے کہ دعا کرنے والی جماعت کا نہ دعا کرنے والی جماعت سے کوئی مقابلہ ہی نہیں رہتا یعنی یوں کہنا چاہئے کہ نہ دعا کرنے والی جماعتوں کا دعا کرنے والی جماعتوں سے کوئی مقابلہ ہی نہیں رہتا کیونکہ ہر دفعہ جب مانگنے والا ہاتھ اپنے ہاتھ کو بھرا ہوا دیکھتا ہے تو جو یقین اور جو شکر اور حمد کے جذبات اس پر پیدا ہوتے ہیں جو خدا سے ایک نیا تعلق مضبوط باندھا جاتا ہے وہ دعا سے غافل آدمی کو تو نصیب ہی نہیں ہو سکتا اس کا تصور بھی نہیں پہنچتا۔

ابھی کل کی بات ہے مجھے ایک نو احمدی دوست کا، جو گزشتہ سال احمدی ہوئے ہیں یہاں سے چلے گئے ہیں، ان کا خط آیا۔ انہوں نے بہت ہی پتے کی بات یہ لکھی اور مجھے بڑا لطف آیا اور یقین ہوا کہ واقعۃً جو شخص ان تجربوں سے گزرا نہ ہو اس کا خیال ہی نہیں آسکتا کہ اس قسم کی بات میں لکھوں۔ اس نے کہا احمدیت میں آکر میں نے یہ پایا وہ پایا لیکن سب سے زیادہ جو مجھے لطف آیا ہے احمدیت میں آکے وہ دعا کا ہے۔ باہر عمر گنوا دی لیکن ہمارے ماحول میں دعا کا ذکر سرسری کبھی آجائے تو آجائے ورنہ اسے ایک مؤثر ذریعے کے طور پر اختیار ہی نہیں کیا جاتا اور ہو بھی نہیں سکتا۔ جہاں غیر اللہ کے سہارے لینے کی عادت پڑ جائے، جہاں رشوت کا سہارا لینے کی عادت پڑ جائے، جہاں طاقتور دوست کی سفارش کا سہارا لینے کی عادت پڑ جائے، جہاں ناجائز ذریعے اختیار کرنے کے سہارا لینے کی عادت پڑ جائے وہاں دعا تو ایک طرف بیٹھی رہتی ہے بے چاری کبھی اتفاق سے خیال آیا تو آگیا ورنہ

کوئی ایسی چیز نہیں ہے دعا ایسے لوگوں کے نزدیک جو زندگی میں کوئی اہم کردار ادا کرے، کوئی مؤثر کردار ادا کرے۔ تو وہ کہتے ہیں اوّل تو دعا کی کوئی اہمیت نہیں۔ دوسرے وہ دوست لکھتے ہیں کہ مجھے ایک اور لطف بہت آیا کہ ہم جب جن لوگوں کو کبھی رسماً دعا کے لئے کہنے جاتے ہیں پیروں اور بزرگوں کو تو کبھی انہوں نے آگے سے یہ نہیں کہا کہ تم اپنے لئے بھی دعا کرو اور با قاعدہ کرو۔ وہ سمجھتے ہیں صرف ان کی دعا کی طاقت ہے اور وہ ہے ہی نہیں اور یا وہ ہاتھ اُٹھا کر نیچے گرا دیتے ہیں یا وہ کہتے ہیں ہم آپ کے لئے دعا کر دیں گے اور کام ہو جائے گا۔ کہتے ہیں میں نے جب بیعت کی تو میں نے آپ سے دعا کے لئے کہا تو آپ نے اسی وقت مجھے کہا کہ ہاں میں بھی کروں گا لیکن تم بھی اپنے لئے با قاعدہ دعا کرو۔ تو میں حیران رہ گیا کہ دعا کا ایک یہ پہلو بھی ہے۔ ایک زندہ فعال ایک آلہٴ کار ہے جسے ہر شخص استعمال کر سکتا ہے۔

تو اس لئے دعا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح ایک حقیقت بنا کر پیش کیا ہے، بنا کر نہیں حقیقت دکھا کر پیش کیا ہے حقیقت تو یہ تھی ہی لیکن حقیقت ایسی تھی کہ دکھائی نہیں دے رہی تھی دنیا کو۔ اتنا زور دیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا پہ کہ آپ تعجب کریں گے کہ گزشتہ بزرگوں کی کتابیں کی کتابیں پڑھ جائیں ان میں اتنا زور دکھائی نہیں دے گا، اجتماعی طور پر اتنا زور دکھائی نہیں دے گا جتنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا پر زور دیا اور اس مضمون کے ہر پہلو کو کھول کر بیان فرمایا۔

تو یہ جو منصوبہ ہے اس کی کامیابی کے لئے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے اور ہر چیز میں دعا کے ذریعے برکت پڑے گی اور جب وہ برکت پڑے گی تو آپ کے ایمان میں نئی تازگی پیدا ہوگی، نیا روحانی رزق آپ کو حاصل ہوگا جس سے ایک نئی شخصیت وجود میں آنی شروع ہو جائے گی اور اس شخصیت کی ضرورت ہے جماعت کو اگلی صدی میں۔ اس نئی روحانی شخصیت کو جس نے خدا کو عملاً دیکھا ہو اس کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم کیا ہو تا کہ جو بہت عظیم کام ہمیں بعد میں کرنے ہیں ان کو ہم زیادہ بہتر رنگ میں زیادہ یقین اور عزم کے ساتھ اور زیادہ کامیابی کے ساتھ سرانجام دے سکیں۔

جہاں تک ملکوں کے منصوبے کا تعلق ہے جن ممالک کے سپرد نئے ممالک کئے گئے تھے ان میں سے بعض نے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی محنت کی ہے اور بہت ہی اللہ تعالیٰ نے ان محنتوں کو

قبولیت سے نوازتے ہوئے پھل دیا اور بہت شیریں پھل دیا جو فوراً آگے بیج میں تبدیل ہو گیا پھر اس سے بھی اچھے پھل لگے تو بعض ممالک میں تو اس تحریک سے بڑی رونق آگئی ہے اور نئے نئے ممالک احمدیت میں داخل ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے اکثر و بیشتر داعیین الی اللہ کی محنت کا اس میں بہت دخل ہے اور جب نئے پودے لگ جاتے ہیں کسی ملک میں تو پھر باقاعدہ تربیت یافتہ مربیان بھی بھیجے جاتے ہیں پھر وہ اور زیادہ کام کو منظّم کرتے ہیں۔

لیکن بعض ممالک ہیں جن میں ابھی تک غفلت ہے یا کام کا سلیقہ نہیں ہے۔ وقفِ عارضی کو استعمال کرتے ہیں لیکن اس طریق پر نہیں کہ کسی ایک جگہ بار بار بات دہرائی جائے یہاں تک کہ وہ اثر کرنے لگ جائے بلکہ وقف عارضی اس طرح ہوتا ہے جیسے کبھی ایک جگہ کوئی انسان گندم کا چھٹہ ڈال جائے کبھی کسی دوسری جگہ چلا جائے کبھی کسی تیسری جگہ چلا جائے اور پانی دینے لگے تو پانی دوسری زمینوں کو دینے لگے ایک دانہ بھی نہیں اُگے گا اس طرح تو۔ اُگے گا تو ضائع ہو جائے گا۔ وقفِ عارضی سے بھی اگر فائدہ اٹھانا ہے ان ملکوں کو تو منظّم طریقے پر اٹھانا چاہئے جہاں پہلا وفد گیا ہے جو تعلقات اس نے قائم کئے ہیں انہیں تعلقات کا اعادہ جب تک نہیں کرتا اگلا وفد اور انہی جگہوں پر جا کے محنت نہیں کرتا اس وقت تک یہ توقع رکھنا کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں اور اس کا پھل بھی ملے گا۔ قسمت سے قدرت سے تو پھل مل جائے تو الگ بات ہے اس سے تو انکار ہی نہیں ہے اور خدا دیتا رہتا ہے ایسے پھل مگر باقاعدہ منصوبہ بندی کے طریق پر پھل حاصل کرنے کا اسلوب نہیں ہے جو خدا نے ہمیں سکھایا ہو۔ اس کے لئے تو حکمت اور عقل کے ساتھ باقاعدہ ایسی محنت کو دُہرانا پڑے گا جو بار بار دہرانے کے بعد پھل دیتی ہے اور اسی طریقے اور منصوبے سے دہرانا پڑے گا۔ ہر کام کے اپنے اسلوب ہیں اپنے طریق ہیں ان کو اختیار کئے بغیر ہماری بہت سی محنتیں بالکل ضائع چلی جاتی ہیں ان کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

اس لئے اپنے منصوبوں پر نظر ڈالیں۔ سارے ممالک جنہوں نے بعض نئے ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اسلام کا پودا لگانا تھا وہ سوچیں کہ کیوں نہیں لگا سکے۔ غفلتیں تھیں تو غفلتیں دور کریں اگر منصوبے میں کمزوریاں تھیں تو ان کو ٹھیک کریں اور دعاؤں میں کمی تھی تو دعائیں کریں۔ بہر حال یہ ان کا اپنا کام ہے کہ اپنے گردوپیش کا جائزہ لے کر از سرِ نو بلند عزم کے ساتھ یہ کام شروع کر دیں۔

سب سے بڑا خلا جو اب تک محسوس ہوا ہے وہ جنوبی امریکہ کے براعظم میں محسوس ہوا ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ باوجود اس کے کہ باہر سے جانے والے احمدی تو وہاں آباد ہوئے ہیں مختلف ممالک میں مثلاً ہنگری میں جب انقلاب آیا تو ہنگری کے انقلاب سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں جماعت کثرت سے پھیلنا شروع ہوئی تھی یعنی خصوصاً مسلمانوں میں۔ وہ لوگ جو ہجرت کر گئے جنوبی امریکہ میں اُن کے کہیں کہیں سے خط آتے رہے، کہیں کہیں سے ان کی اطلاعیں ملتی رہیں جو آہستہ آہستہ کم ہونے لگیں اور ایک لمبے عرصے میں وہ تعلق بھی ٹوٹ گیا۔ سوائے اتفاقاً کبھی کوئی آواز دوبارہ آجاتی ہے۔ اس سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ آج سے چالیس پچاس سال پہلے سے ہی وہاں جنوبی امریکہ کے مختلف ملکوں میں دانہ دانہ کہیں کہیں احمدیت پہنچی ہے لیکن پھر اس نے نشوونما پائی یا نہیں پائی ان لوگوں کا کیا بنا اس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ بعض جگہوں پر پاکستان سے جا کے بسنے والے بھی موجود ہیں مگر مقامی نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس نئے سال میں یہ پہلا فضل نازل فرمایا کہ برازیل میں پہلی دفعہ مقامی دوستوں میں سے جو عیسائی تھے ان میں خدا تعالیٰ نے احمدیت میں داخل ہونے والے پھل عطا فرما دیئے اور ایک خاتون جو بہت تعلیم یافتہ ہیں ان کے بعد بعض نوجوان بھی خدا کے فضل سے اسلام اور احمدیت میں داخل ہوئے اور اب وہاں امید بندھی ہے کہ انشاء اللہ مقامی طور پر ایک تحریک پرورش پائے گی لیکن یہ ایک ہی ملک ہے صرف ابھی تک اور میں سمجھتا ہوں کہ اگلی صدی سے پہلے اگرچہ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے لیکن کام تو اللہ نے کرنے ہیں اگر دعا اور خلوص اور ہمت لے کر ہم کوشش کریں تو بعید نہیں کہ اس برّ اعظم کے ہر ملک میں مقامی طور پر پودا لگا دے۔

یہ وہ خیال ہے جس کے متعلق میں سوچتا رہا تو میرے ذہن میں یہ تجویز ابھری ہے کہ تحریک جدید کی طرف سے وکیل اعلیٰ جو آج کل یہاں آئے ہوئے ہیں وہ منصوبہ بندی کمیٹی کے مشورے کے ساتھ بعض ممالک ایک سے زیادہ ملکوں کو بے شک تقسیم کریں لیکن یہاں پندرہ دن والے وقف کی سکیم کام نہیں کر سکتی۔ چھ مہینے یا سال کے یا چھ چھ مہینے اور سال سال کے وقف کی تحریک زیادہ مؤثر ثابت ہوگی اور اس ضمن میں ایک بالکل نئی طرز پہ کام کرنا پڑے گا۔ عام جو طریق ہے عارضی وقف کا اُس کے اوپر یہ کام نہیں ہوسکتا۔ ایسے ممالک جن کے سپرد وہ جگہ ہو وہ تلاش کریں، ایسے ریٹائرڈ آدمی یا ایسے کام کرنے والے جو لمبی چھٹی لے سکتے ہوں اور اگر ان کو توفیق نہ ہو تو سارا ملک ان کے لئے اخراجات مہیا کرے اور ان سے کہیں کہ فرض کفایہ ادا کرو ہم سب کی طرف سے اور

ویزوں کا بھی خود انتظام کرو۔لٹریچر اور رہنمائی کا جہاں تک تعلق ہے وہ تحریک جدید سے وہ حاصل کریں اور کہاں جا کہ بیٹھنا ہے یہ بھی تحریک جدید ہی ان کی رہنمائی کرے اور پھر جا کے وہاں بیٹھ جائیں، دھونی رمالیں ان درویشوں کی طرح جو پہلے بھی خدا کی راہ میں نکل کے ملک فتح کرتے رہے ہیں۔تو وہاں جا کے اپنا اور اپنے ملک کا نام ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیں۔دنیا کی قوموں سے تو ہمارا مقابلہ نہیں ہوسکتا مادی ترقیات میں لیکن خدا نے جس میدان کی چوٹیاں فتح کرنے کے لئے ہمیں پیدا کیا ہے وہ بلند تر چوٹیاں ہیں اور بہت ہی عظیم الشان چوٹیاں ہیں۔ ہمالہ فتح کرنے والوں کے نام تو ضرور ثبت ہوئے وہاں لیکن آئندہ نسلیں جس شان کے ساتھ ان لوگوں کو یاد کریں گی جنہوں نے خدا کی راہ میں ممالک فتح کئے ہیں ان کی شان کا وہ ہمالہ کی چوٹیاں فتح کرنے والا تو مقابلہ نہیں کر سکتا۔آج اس کی زیادہ عزت ہے،آج وہ زیادہ معروف ہے دنیا میں،آج اُس کا نام دنیا کے ریڈیو، ٹیلی ویژن پہ زیادہ احترام سے لیا جاتا ہے مگر لازماً وہ وقت آئے گا جب کہ ارب ہا ارب دنیا کے انسان ان ناموں کو تو بھول چکے ہوں گے مگر درود اور سلام بھیجیں گے ان لوگوں پر، محمد مصطفی ﷺ اور ان کے ان غلاموں پر جنہوں نے اسلام کے لئے نئے نئے ممالک فتح کئے ہیں۔

بہت ہی عظیم الشان کام ہے اس کو اگر فوری طور پر تقسیم کر کے مشورے کے ساتھ یا Alternative مشورے بھی بھیج دیئے جائیں گے اگر آپ کے لئے یہ مناسب نہیں تو اور دوسری جگہ لے لیں اپنی پسند کی تو جنوبی امریکہ کے ہر ملک میں یہ عزم لے کر بڑھیں آگے کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اسلام کا اور اسلام کے احیائے نو کا پودا راسخ کر دینا ہے اور کوشش کرنی ہے کہ مضبوط جماعت مقامی دوستوں کی وہاں پیدا ہو جائے۔اتنی کثرت سے اب دنیا میں جماعتیں پھیل چکی ہیں اللہ کے فضل کے ساتھ اور ذرائع بھی ایسے وسعت پذیر ہیں کہ یہ کام اگر حکمت کے ساتھ تقسیم کیا جائے تو کچھ زیادہ بوجھ معلوم ہی نہیں ہوگا۔ بہت آسانی کے ساتھ خدا کے فضل کے ساتھ یہ دوسرے کاموں کے ساتھ ضمناً ہونا شروع ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ کچھ انفرادی ذمہ داریاں ہیں جن کی طرف مجھے دوبارہ توجہ دلانا ہے۔انفرادی طور پر ہر شخص، ہر مومن ہر وقت کوشش میں رہتا ہے کہ میری کچھ کمزوریاں کم ہوں اور کچھ خوبیاں نئی مجھ میں پیدا ہو جائیں اور اس کے متعلق وہ پھر دعا بھی کرتا ہے، دعاؤں کے لئے لکھتا بھی ہے اور جب وہ

بے بس ہو جاتا ہے ان کمزوریوں کے مقابل پر تو اور زیادہ بے چین اور پریشان ہوتا ہے۔ آگے جو آپ کو منزل نظر آرہی ہے اس کو اگر آپ سامنے رکھ کر اپنی کمزوریاں دور کرنے کی کوشش کریں اور دعا یہ شروع کر دیں کہ اے خدا! نئی صدی میں میں داخل نہ ہوں جب تک میری کمزوریاں مجھ سے جھڑ نہ چکی ہوں اور بعض نئی خوبیاں مجھ میں پیدا نہ ہو چکی ہوں۔ تو یہ عزم اور یہ قریب آتی ہوئی منزل آپ کی بہت مدد کرے گی اور عام حالات میں جن گناہوں کا مقابلہ آپ نہیں کر سکتے تھے یہ ایک نیا رجحان آپ میں گناہوں کا مقابلہ کرنے کی مزید طاقت پیدا کر دے گا۔

تو دعاؤں کے ساتھ انفرادی کمزوریاں بھی دور کرنے کی کوشش کریں اور اپنے گھر اور اپنے ماحول پر نظر ڈال کر ان کی کمزوریاں بھی دور کرنے کی کوشش کریں لیکن اعتراض کا نشانہ بنا کر نہیں، طعنے دے کر نہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کو نصیحت فرمائی محبت اور پیار اور خلوص کے ساتھ نصیحت کرتے ہوئے، ان کے لئے دعائیں کرتے ہوئے عاجزی اور انکساری کے ساتھ کوشش کریں کہ اپنے ماحول میں سے بھی کچھ برائیاں دور کریں کچھ نئی خوبیاں پیدا کر دیں۔

اس ضمن میں جہاں تک گھروں کا تعلق ہے مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابھی تک احمدی گھروں میں بہت سے دکھ موجود ہیں جو محض یا تو خاوند کی بدخلقی کی وجہ سے ہیں یا بیوی کے عدمِ تعاون اور نیکی کی کمی کی وجہ سے ہیں یا ایسی ساس کی وجہ سے ہیں جس نے آنے والی کو اپنی بیٹی نہیں سمجھا اور یا ایسی بہو کی طرف سے ہیں جس نے اپنی ساس کو ماں کا مقام نہیں دیا اور طرزِ عمل کی کجی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں اور جو یوں ٹھیک ہو سکتی ہے کہ ایک آناً فاناً دل کا ارادہ ہو اور خدا سے توفیق ملے تو فوراً دفع ہو سکتی ہے لیکن توجہ نہیں ہے۔ اَنا کا مسئلہ بنا ہوا ہے ہر جگہ۔ پھر بعض لمبی عادتیں ہیں جو ایسے گھر کے ماحول کو بگاڑ رہی ہیں مثلاً ایک خاوند دیر سے بدخلق ہو چکا ہے بات بات میں اس کے ترشی ہے اس کی بات میں سختی اور طعن ہے، وہ بچوں کی تربیت بھی سختی سے کرنا چاہتا ہے، بیوی کے اوپر بھی ہر وقت کی تنقید کہ گھر میں ایک عذاب کا ماحول بنایا ہوا ہے اس نے اور سمجھتا ہے کہ اسی میں میری بڑائی ہے کہ میں زور اور ڈنڈے کے ساتھ اپنے گھر پر حکومت کر رہا ہوں۔ بعض بیویاں ہیں جو سمجھتی ہیں کہ جب تک میں نشوز نہ کروں خاوند کے خلاف، جب تک انگوٹھے کے نیچے نہ رکھوں اس وقت تک گھر میں امن

نہیں آسکتا۔ یہ ساری جہالت کی باتیں ہیں۔ حکومت محبت ہی کی ہے اور لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: ۲۵۷) میں یہ بھی مفہوم ہے۔ دین کا مضمون تو بہت ہی وسیع ہے جہاں جہاں آپ اِكْرَاهَ داخل کریں گے خواہ وہ عائلی زندگی ہو وہاں جہنّم بناتے چلے جائیں گے اس زندگی کو اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی اور جہاں محبت اور پیار اور دعا سے حالات کو خوشگوار بنانے کی کوشش کریں گے اور اپنی بدخلقیوں کو بالارادہ دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ نفرت کی بجائے محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے، ترش رُوئی کے بجائے نرم گفتاری پیدا کرنے کی کوشش کریں گے، کسی سے جبراً چھیننے کی بجائے ایثار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے وہاں وہاں آپ کو محسوس ہو جائے گا کہ آپ جنت کی طرف چلنا شروع کر چکے ہیں۔ آپ کا ہر قدم بہتری کی طرف روانہ ہوا ہے اور جب تک یہ سفر شروع نہیں کریں گے اس سفر کی منزلیں طے کیسے ہوں گی۔

تو اکثر جو جھگڑے اور جو شکائتیں مجھ تک پہنچتی ہیں اور کوئی دن بھی ایسا نہیں ہوتا جب کہ بیسیوں خطوط یہ ذکر لئے ہوئے نہیں آتے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ بے وجہ کا عذاب ہے جو اپنے اوپر لوگوں نے سہیڑا ہوا ہے اور صرف ان کے ارادے کا دخل ہے پر خلوص ارادے کا جس کے ساتھ دعائیں شامل ہوں۔ اگر وہ آج ارادہ کرلیں کہ ہم نے اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانا ہے تو کل وہ گھر خوشگوار بن سکتا ہے اور دوسرے دعاؤں کی کمی ہے۔ پہلے بھی میں نے توجہ دلائی تھی کہ قرآن کریم نے یہ دعا سکھائی ہے بڑی خوبصورت دعا ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان: ۷۵) یہ دعا کیوں نہیں پڑھتے اور تقویٰ اور خلوص کے ساتھ سوچ سمجھ کے۔ یہ دعا اگر پورے خلوص کے ساتھ سوچ کر سمجھ کر اس کے معنی کیا ہیں آپ پڑھیں گے تو اس کا پھل بھی پائیں گے اسکے نتیجے میں آپ کی کوششوں میں بہت برکت پڑے گی۔

بعض لوگوں نے توجہ کی اور فائدہ بھی اُٹھایا۔ بعض دفعہ بعض خواتین نے بہت ہی بیقراری سے خط لکھے کہ ہمارا یہ حال ہو چکا ہے اور ساری کوششیں ناکام ہوگئی ہیں دعا بھی کرتے ہیں اب آپ دعا کے ذریعے میری مدد کریں اور میں یہ نہیں چاہتی کہ میرے خاوند کو ڈانٹیں اس سے خفا ہوں کیونکہ اس کے نتیجے میں میرے گھر کا ماحول اور زیادہ تباہ ہوگا لیکن دعا کریں اور اللہ تعالیٰ نے بعض دفعہ اس

طرح درد کے ساتھ دعا کی توفیق بخشی کہ چند مہینے کے اندر اندر بعض دفعہ چند ہفتوں کے اندر اندران کا خط آیا کہ سمجھ نہیں آئی کیا ہوا ہے لیکن بالکل اچانک پلٹا کھا گیا ہے ان کا مزاج اور خدا کے فضل سے نیکی کی طرف مائل ہو گیا ہے۔

تو میں تجربے سے بتا رہا ہوں آپ کو کہ دعا کی بہت بڑی قیمت ہے جو آپ وصول نہیں کرتے خواہ مخواہ۔ اپنے گھروں کے ماحول کو سجانے اور خوشگوار بنانے میں دعاؤں کو استعمال کریں اور دعا سے خلوص نیت پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ بغیر دعا کے نیتیں باندھتے ہیں تو بعض دفعہ ان میں خرابی رہ جاتی ہے اس میں کھوکھلا پن ہوتا ہے لیکن جب آپ دعا کرتے ہیں نیت کے ساتھ تو خدا سے چونکہ مانگ رہے ہوتے ہیں اس لئے نیت بھی ساتھ ساتھ پرکھی جاتی ہے۔ اس میں زیادہ سنجیدگی پیدا ہو جاتی ہے، اس میں زیادہ عزم آجاتا ہے۔ تو اپنے گھروں کے ماحول کو بھی سجائیں بہت عظیم الشان جشن ہے یہ۔ یہ جشن کوئی ایسا نہیں ہے جو صرف جھنڈیوں سے یا روشنیاں جلا کر خوبصورت دکھایا جائے گا۔ یہ وہ تزئین ہے جو میں بتا رہا ہوں اس سے آپ نے یہ جشن منانا ہے اور اس کے لئے تیاری کرنی پڑے گی ابھی سے ورنہ اچانک ایک دن میں تو آپ کے گھر کا ماحول خوبصورت نہیں ہو جائے گا۔

پھر نمازوں کی طرف توجہ کریں گھر میں ابھی بھی بہت سے بچے ایسے ہیں جو نمازوں سے غافل ہیں اور ماں باپ ان کو بچپن سے عادت نہیں ڈالتے تلاوت سے ناواقف ہیں اور اس کی عادت نہیں ڈالتے۔ بہت سی کمزوریاں ہیں گھر کے ماحول میں اب وقت ہے کہ آپ بھی توجہ کریں اور جماعت بھی آپ کو وقتاً فوقتاً یاددہانی کرواتی رہے اور آپ کی مدد کرے ان چیزوں کو حاصل کرنے میں۔

ایک آخری بات لیکن وہ بھی بہت ہی اہم ہے وہ لین دین کو سنوارنا ہے۔ بہت ہی تکلیف ہوتی ہے جب یہ پتا چلتا ہے کہ ایک احمدی نے کسی دوسرے احمدی کا پیسہ کھا لیا ہے یا ایک احمدی نے کسی غیر احمدی کا پیسہ کھا لیا ہے۔ بعض دفعہ غیر احمدی خط لکھتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے عدالت میں بھی نہیں جا سکتے کیونکہ ہمارے پاس ایسے ثبوت نہیں ہیں نہ اتنی توفیق ہے لیکن ہے وہ احمدی اور احمدیت پر اعتبار کر کے میں نے اس کو یہ پیسے دیئے اور وقت کے اوپر اس کے کام آیا لیکن اب وہ واپس نہیں کر رہا اور بسا اوقات ایسی شکائتیں سچی نکلیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میرے کہنے کی وجہ سے ان دوستوں نے، اکثر دوستوں نے بہت اچھا ردّعمل دکھایا اور پہلی غفلت کی تلافی کی اور ان

کی رقم واپس کر دی لیکن یہ موقع کیوں آیا کہ آپ کی غفلت کا طعنہ خلیفہ وقت کو دیا جائے اور ساری جماعت کو بدنام کرنے کا ایک موقع مہیا کیا جائے۔ لیکن اس سے قطع نظر لین دین کے معاملے کی صفائی بہت ہی ضروری ہے کیونکہ لین دین میں اگر آپ گندے رہیں گے تو نہ آپ کی دعاؤں میں برکت ہوگی، نہ آپ کی اولاد کی تربیت میں برکت ہوگی، نہ سچا امن اور چین آپ کو نصیب ہوسکتا ہے کیونکہ گندے مال کا زہر جو ہے وہ ہر چیز کو گندہ کر دیتا ہے اور خصوصاً گندے مال کی بھی مختلف قسمیں ہیں جو بد یانتی اور دھوکے کا پیسہ ہے وہ تو کسی احمدی کو ہضم ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کی سزا خدا تعالیٰ احمدی اگر ہے تو اپنی باقی باتوں میں سچا ہے تو خدا تعالیٰ اس کو بعد میں جہنّم میں ڈالنے کی بجائے اس دنیا میں ہی سزا دے دیتا ہے پھر وہ بد سے بدتر حال میں منتقل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے لین دین میں احتیاط کریں، سودی کاروبار سے سوائے اس کے کسی ملکی قانون کی وجہ سے مجبوری ہے بے انتہا۔ اس کراہت کے ساتھ جس کراہت کے ساتھ سؤر کھانے کی اجازت ہے اس کے ساتھ سودی کاروبار کرنا ہوتو کریں ورنہ اس کو ختم کریں۔ نئے رستے نکالیں اپنے اموال میں برکت پیدا کرنے کے اور ایک دوسرے سے لین دین میں صاف ہوں اور غیروں سے خصوصیت کے ساتھ لین دین میں صاف ہوں۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو جشن منانے میں بہت بڑی مدد ملے گی۔

کتنا عظیم الشان جشن ہوگا اس جماعت کا جس کے گھر عائلی زندگی میں سنت پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جنت نشان بن چکے ہوں۔ یہ لین دین کے معاملات ایک دوسرے کے پیسے غصب کرنے میں نہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے ایثار کی بنیادوں پہ قائم ہوئے ہوں اور جن کے گھر دعاؤں اور درود اور سلام کی آوازوں سے اور خدا کی راہ میں گریہ وزاری اور عبادتوں کے نتیجہ میں ایک ایسی موسیقی پیدا کر رہے ہوں کہ جس کی کوئی مثال دنیا کی کوئی تہذیب بھی پیش نہیں کرسکتی۔ کہاں وہ نئی طرز کے موسیقی کے پروگرام جہاں معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت عمداً موسیقی کے جھنڈ میں ڈوب کر خودکشی کرنے کے ارادے سے اس میں داخل ہوئی ہے۔ کہاں خدا کی یاد میں بلند ہونے والی آوازیں خواہ وہ سسکیاں ہوں ہلکی آواز کی یا بلند آواز میں رو رہے ہوں یا تلاوت کی آوازیں ہوں کہاں ذکر الٰہی کی صدائیں یہ اور موسیقی ہے جو اسلام نے ہمیں سکھائی ہے۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام آرٹ کے خلاف ہے اور اسلام میں آرٹ کو

پروموٹ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ موسیقی کا اعتراض مغرب میں اکثر کیا جاتا ہے ان کو میں سمجھاتا ہوں کہ جولوگ اپنی موسیقی کی تمنّا کو مغربی طرز کی موسیقی کے ذریعے تسکین دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ قومیں بسا اوقات اور اکثر صورتوں میں خدا کے ذکر کی لذت سے ناآشنا ہو جاتی ہیں۔ وہ ایسی مادی قسم کی موسیقی کا ذریعہ ان کو حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کے نتیجے میں جو فطرت کے اندر دبے ہوئے لطیف خدا تعالیٰ نے آلات رکھے ہیں جو ذکر الٰہی سے لذت پانے والے ہیں جو موجود ہیں جن سے استفادہ نہیں کیا گیا وہ دبتے دبتے دب جاتے ہیں، مرتے مرتے مر جاتے ہیں یہاں تک کے سوائے دنیا کی چھن چھن کے اور کوئی چیز آپ کے اندر تحریک نہیں پیدا کرسکتی، آپ کے اندر ارتعاش نہیں پیدا کرسکتی۔ تو بے خدا ہونے کا ایک طریق بن جاتا ہے۔ ایک رستہ ہے جو آپ کو روحانی لذتوں سے دور لے جا رہا ہے اور روحانی لذتوں کی قابلیت آپ کے اندر مارتا چلا جاتا ہے دن بدن۔ اس لئے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ موسیقی بالکل حرام ہے تو میں کہتا ہوں یہاں تو کان میں پڑے بغیر گزارہ ہی نہیں لیکن موسیقی کی تمنّا اور اس میں جذب ہونا حرام ہے یقیناً کیونکہ اس کے بعد پھر تم ذکر الٰہی کے قابل نہیں رہو گے۔ ذکر الٰہی کو اہمیت دو اور اس کو غالب رکھو پھر اِلَّا اللَّمَمَ (النجم:۳۳) کے اندر کوئی ایسی باتیں آجاتی ہیں تو ان پر اس طرح پکڑ نہیں کی جاسکتی لیکن لازماً وہ موسیقی جو فطرت کے تاروں میں روحانی ارتعاش پیدا کرتی ہے وہ موسیقی جو آپ کو ملاءِ اعلیٰ کے طیور کے گانے سکھاتی ہے وہ موسیقی سیکھیں اور اس موسیقی سے اپنے گھروں کے ماحول کو مترنم کردیں۔ اس طرح یہ نغمے گاتے ہوئے اور یہ ساز بجاتے ہوئے نئی صدی میں داخل ہوں کہ عرش پر بھی آپ کی موسیقی کی صدائیں ایک خاص گن کے ساتھ سنی جانے لگیں اور ایک خاص پیار اور محبت کے ساتھ اس طرح فرشتے آپ کی اس موسیقی کی نقل اتاریں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے گانے وہ ہیں جن کو آسمان پر فرشتے بھی گاتے ہیں۔ **پس آپ فرشتوں کو موسیقی سکھانے والے موسیقار بن جائیں اور اگلی صدی میں اس طرح داخل ہوں کہ ساری دنیا کو ایک نئے انداز میں موسیقی سکھانے والی صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہو اور اوّل اور آخر جماعت احمدیہ ہو۔**

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

بعض دوستوں کا، احباب کا اور خواتین کا جنازہ آج جمعہ اور عصر کے بعد پڑھا جائے گا، جنازہ

غائب۔ان میں سے ایک تو ہمارے چوہدری عطا محمد صاحب تحصیلدار بڑے جماعت کے مخلص فدائی آدمی تھے جن کے بیٹے چوہدری عبداللطیف صاحب مغربی جرمنی کے مبلغ رہے ہیں اور چوہدری محمد رشید صاحب بھی ان کے بیٹے ہیں ربوہ میں اور بھی بچے ہیں خدا کے فضل سے اکثر دین میں اچھے ہیں۔چوہدری عطا محمد صاحب کی بیوہ یعنی چوہدری عبداللطیف صاحب سابق مبلغ جرمنی کی والدہ وفات پاگئی ہیں۔

اسی طرح مولوی محمد اسماعیل صاحب اسلم (صدر محلّہ دارالیمن وسطی ربوہ) ان کے بھتیجے سعادت احمد صاحب عین جوانی کے عالم میں ایک بس کے حادثے کا شکار ہو گئے، ان کی بھی نماز جنازہ ہوگی۔

مکرمہ امۃ الرشید بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ عبداللطیف صاحب سمن آباد لاہور کی وفات کی بھی اطلاع ملی ہے اور اسی طرح ہمارے سلسلہ کے ایک واقفِ زندگی اور مصروف مبلغ جو غالباً مسقط کے پہلے مبلغ تھے مولانا روشن دین صاحب ان کی اہلیہ امۃ الرحیم صاحبہ بھی وفات پاگئیں ہیں۔

ان سب کی نماز جنازہ نماز جمعہ اور عصر کے بعد ہوگی۔